ارتداد کے شرعی احکام

تحریر: ڈاکٹر محفوظ احمد
گورنمنٹ کالج، یونیورسٹی فیصل آباد

اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ادیان میں سے آخری دین ہے۔ یہی دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی کی بنیاد ہے۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ کوئی شخص جب کلمہ طیبہ کے اقرار و تصدیق سے مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ تادم حیات اس سے منسلک رہے۔ اس امر کو انتہائی قبیح قرار دیا گیا ہے کہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی طرف رجوع کرے۔ فقہ اسلامی میں قبولیت اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔ چونکہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ارتداد سے متعلق متعدد واقعات رونما ہوئے اور قیامت تک ایسے واقعات کے وقوع پذیر ہونے کا امکان تھا۔ لہٰذا اس ضمن میں اسلام نے جامع احکامات فراہم کئے۔ انہی احکامات پر مبنی یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں ارتداد کا مفہوم، قرآن و حدیث سے اس کا اثبات، ارتداد کی اقسام، ارتداد سے متعلق شرائط، مرتد کی ذات، مال، قرضے اور اس کی اولاد سے متعلق احکام، مرتد کے ذبیحہ کی حیثیت، اس کی ولایت اور عورت کے ارتداد سے متعلق مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ مضمون کے آخر میں ان دلائل کی تنقیح کی گئی ہے جو منکرین حد ارتداد قائلین حد ارتداد کے دلائل پر پیش کرتے ہیں نیز ان دلائل کا محاکمہ بھی کیا گیا ہے جو منکرین حد اپنے دعویٰ کے اثبات میں پیش کرتے ہیں۔

ارتداد کا مفہوم اور قرآن وحدیث سے اس کا اثبات

لغوی مفہوم:

ارتداد کا لفظ رد (ردد) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی ہے پلٹ جانا، لوٹ جانا، قبول نہ کرنا اور کسی کو کوئی چیز لوٹا دینا یا واپس کر دینا (۱) امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الرد ضرف الشئی بذاته او بحاله من احواله يقال رددته فارتد"

(رد کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا خواہ اصل شے کو لوٹا دیا جائے یا اس کی

حالتوں میں کسی حالت کو لوٹا دیا جائے)۔

کہا جاتا ہے میں نے اسے لوٹایا پس وہ لوٹ آیا۔ ارتداد اور ردۃ اس راستے پر پلٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو لیکن ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو اس لئے ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹنے کے ساتھ خاص ہو چکا ہے۔ ارتداد عام ہے یہ لفظ حالت کفر اور غیر دونوں کی طرف لوٹنے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

رد کا لفظ عربی زبان میں دو صلوں کیساتھ استعال ہوتا ہے۔ اگر رد کا صلہ ''علی'' آئے تو اس میں تحقیر واہانت کا معنی پایا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''رد علیه الشئی'' اس نے اس کی چیز قبول نہ کی یعنی حقارت کے ساتھ واپس کر دی۔ اگر رد کا صلہ ''الی'' آئے تو اس میں عزت کا پہلو ہوتا ہے جیسے سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے فرمایا ''فرددناه الی امه'' ''ہم نے موسیٰ کی والدہ کو عزت کے ساتھ موسیٰ لوٹا دیا۔''(۲)

اصلاحی مفہوم:

امام کاسانی فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی میں ارتداد ایمان سے پلٹ جانے کو کہتے ہیں۔(۳)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ ارتداد سے مراد اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنا ہے اگرچہ ارادۃً ہو یا قولاً ہو یا فعلاً۔ اگر چہ یہ مذاق کے ساتھ ہو یا دشمنی کے طور پر یا اعتقادی طور پر۔(۴)

ائمہ اربعہ کے نزدیک کسی مسلمان کا صریح کفر یہ قول یا ان الفاظ کو جو کفر کے مقتضی ہوں یا ایسے فعل کو جو کفر کو مستلزم ہو اختیار کرنا شرعاً ارتداد کہلاتا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے ارتداد کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

کسی عاقل، بالغ، مسلم مرد یا عورت سے ایسے قول، فعل، شک (شک پر قائم رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کفر اور اسلام کے درمیان متردد ہو) یا اعتقاد کا برضا و رغبت صادر ہونا جو اسے دین سے خارج کر دے اور اس کا جان و مال مسلمانوں پر حلال کر دے۔ اگرچہ اس سے یہ قول، فعل، شک یا اعتقاد بطور مزاح، عداوت دیدہ دانستہ یا نادانستہ صادر ہو ارتداد کہلاتا ہے۔(۵)

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود وترمذی)

قرآنِ مجید اور ارتداد:

قرآنِ مجید میں رد کے مادے سے تقریباً ۳۷ الفاظ ۶۰ بار استعمال ہوئے ہیں۔ قرآنِ مجید کی مندرجہ ذیل چھ آیات ایسی ہیں جن میں ارتداد کا ذکر صراحتاً موجود ہے:

۱۔ ”وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا“(۶)

(بہت سے اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں)۔

۲۔ ”وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَن دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ط وَمَن يَرْتَدِدْ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَيَمُتْ ط وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ط وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ط هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ o“ (۷)

(یہ کفار) ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر اس کی طاقت رکھیں (لیکن یاد رکھو) اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور حالت کفر پر مرجائے تو ان کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)۔

۳۔ ”فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ط فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ o“ (۸)

(پس وہ لوگ جو (قیامت کے روز) سیاہ رو ہوں گے (انہیں کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرلیا تھا پس اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم (دنیا میں) کفر کیا کرتے تھے)۔

۴۔ ” وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ ط وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ o “ (۹)

(اور جو شخص ایمان کا انکار کرتا ہے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود وترمذی)

میں نقصان اُٹھانے والوں سے ہوگا)۔

۵۔ ”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗٓ ط“ (۱۰)

(اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا (مخلص مسلمانوں گھبرانے کی ضرورت نہیں) عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں)۔

۶۔ ”اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ وَاَمْلٰی لَھُمْ“(۱۱)

(بے شک وہ لوگ جو واضح ہدایت ہونے کے بعد اس ہدایت سے پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے) تو شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں لمبی زندگی کی امید دلائی)۔

۷۔ ”سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَھُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ“(۱۲)

(عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لئے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں، تمہیں ان سے جنگ کرنا ہوگی یا وہ مطیع ہو جائیں گے)۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ بعض عرب قبائل نے سفر حدیبیہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے سے گریز کیا تھا اس کے بعد انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ عنقریب تمہیں اس قوم کے ساتھ معرکہ آرائی کے لئے دعوت دی جائے گی جو طاقتور ہوگی۔ اس دوران تم انہیں قتل کرو گے یا وہ اسلام قبول کرلیں گے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ جنگ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مرتدین اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف لڑی گئی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ، جلد۴،ص ۵۴۶)

لہٰذا اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے یا وہ تائب ہو جائے جبکہ عام کافروں کے ساتھ تین صورتیں ہوتی ہیں۔ جنگ یا جزیہ یا قبولیت اسلام۔ (۱۳)

قرآنِ مجید میں ارتداد سے متعلق ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں اگر چہ ان میں مفہوم کی ان آیات جیسی صراحت نہیں جیسے سورۃ آل عمران، آیت ۹۰، ۱۰۰، ۱۴۹۔ سورۂ نساء، آیت ۱۳۷۔ سورۂ توبہ، آیت ۷۴ اور سورۂ نحل، آیت ۱۰۶۔

ان تمام آیات قرآنیہ سے مرتد کے بارے میں درج ذیل احکام واضح ہوتے ہیں:

۱۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

۲۔ مرتد کا ارتداد سے پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۳۔ جو مسلمان حالت ارتداد میں مر گیا اس کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو گئے۔

۴۔ قیامت کے دن مرتد کا چہرہ سیاہ ہوگا۔

۵۔ ان آیات میں ارتداد سے ترہیب اور اسلام کی ترغیب دی گئی ہے۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ارتداد:

قرآنِ مجید کے علاوہ ارتداد کی سزا کا ذکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں بھی ملتا ہے۔ ان میں سے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ "لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینه" (۱۴)

(کسی مسلمان کا خون بہانا ان تین حالتوں میں جائز ہے۔ شادی شدہ زنا کا مرتکب ہو، کسی کو قتل کرے یا اپنے دین کو چھوڑ دے)۔

۲۔ "من بدل دینه فاقتلوه" (۱۵)

(جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو)۔

۳۔ مؤطا امام مالک میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

"من غیر دینه فاضربوا عنقه" (۱۶)

(جو مسلمان اپنے دین کو تبدیل کرے اس کی گردن اتار دی جائے)۔

۴۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من خالف دينه دين الاسلام فاضربوا بعنقه" (۱۷)

(جوشخص اپنے دین اسلام کی مخالفت کرے، اسے قتل کر دیا جائے)۔

ان تمام احادیث میں دین سے مراد اسلام ہے کیونکہ قرآنِ مجید میں اسلام ہی کو دین قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ان الدين عندالله الاسلام" (۱۶)

(بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے)۔

لہٰذا یہاں دین سے مراد کوئی دوسرا دین نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے کہ کسی اور دین کی تبدیلی کی سزا اسلام میں کیسے ممکن ہے۔

۵۔ ایک حدیث میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں فرمایا:

"اذا ابق العبد الى الشرك فقد حل دمه" (۱۹)

(جب غلام (اسلام کے بعد) مشرک ہو جائے تو اس کا خون مباح ہو جاتا ہے یعنی اس جرم میں آزاد اور غلام کا کوئی فرق نہیں)۔

۶۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنی مصطلق کی طرف وصولی زکوٰۃ کے لئے بھیجا لیکن کسی سابقہ رنجش کے بعد ولید نے وہاں پہنچے بغیر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی:

"انهم قد ارتدوا عن الاسلام"

(بے شک وہ لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں)۔

یہ خبر سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ دے کر بھیجا اور فرمایا:

"ان يتثبت ولا يعجل"

یعنی پہلے تحقیق کر لینا اور پھر کوئی کارروائی کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ (۲۰)

قبیلہ بنی مصطلق کے ارتداد کی خبر سن کر باقاعدہ ایک دستہ بھیجنا اور تحقیق کے بعد کارروائی کا حکم فرمانا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کو واضح کرتا ہے۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

۲۔ سنن دارقطنی اور تلخیص الحبیر میں روایت نقل کی گئی ہے کہ ام مروان نامی ایک عورت مرتد ہوگئی۔ اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ توبہ کرلے تو درست اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (۲۱)

۳۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس طرح ایک عورت غزوہ احد کے موقع پر مرتد ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان تستاب فان تابت و الاقتلت"

(یعنی اسے توبہ کی دعوت دی جائے اگر توبہ کرلے تو درست ورنہ اسے قتل کر دیا جائے)۔ (۲۲)

آثار صحابہ اور ارتداد:

ارتداد سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی عملی صورت کی وضاحت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عمل ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ہی احادیث کی روح کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صحابی کو مقتدا قرار دیا لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدی کی نیت اخلاص پر مبنی ہو۔ کتب احادیث میں ارتداد سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آثار مروی ہیں۔ ان میں سے چند آثار یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ام قرفہ نامی عورت کو ارتداد کے جرم میں قتل کیا۔ (۲۳)

۲۔ آپ رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ، بنو قضاعہ اور دیگر قبائل کے مرتدین جنہیں کذاب مدعیان نبوت نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا کو ارتداد کی بناء پر قتل کیا۔

۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت عیینہؓ اور حضرت اقرعؓ کا کوئی قطعہ طلب کرنے آئے تو آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک تحریر لکھ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر پھاڑ دی اور فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لئے وہ زمین دیا کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور مسلمان

تمہاری طرف سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اب اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو بہتر ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

آپ کا یہ قول واضح کرتا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے خواہ مرتد محارب ہو یا غیر محارب۔

۴۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک جنگی مہم کے دوران ایک مرتد کو قتل کر دیا گیا۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: اسے تین دن کی مہلت کیوں نہ دی گئی ممکن ہے وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف رجوع کر لیتا۔ (۲۴)
(اس روایت کا تفصیلی ذکر توبہ کے عنوان میں کیا جائے گا)۔

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے مرتد کی سزا قتل درست قرار دی۔ اگر آپ اسے خلاف شرع قرار دیتے تو مرتد کے قاتل کو ضرور سزا دیتے لیکن آپ نے مرتد کے فوری قتل کو اور اسے توبہ کی مہلت نہ دینے کو عذاب قرار دیا اور اللہ تعالیٰ سے اس ضمن میں اپنی برأت کا اظہار کیا۔

۵۔ امام بیہقی السنن الکبری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے نقل کرتے ہیں کہ آپ مرتد کو تین بار اسلام کی دعوت دینا مرتد محض کے لئے ہوتا ہے نہ کہ مرتد محارب کے لئے۔

۶۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کیا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کو صرف تین باتوں پر قتل کیا جاتا ہے۔ شادی شدہ اگر زنا کا مرتکب ہو یا کوئی مسلمان کسی کو ناحق قتل کرے یا قبولیت اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔ خدا کی قسم میں نے جاہلیت اور اسلام کسی دور میں بھی زنا نہیں کیا۔ نہ میں نے کسی کو ناحق قتل کیا اور نہ ہی میں اسلام سے منحرف ہوا ہوں۔'' (۲۶)

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔ خواہ وہ مرتد محارب ہو یا غیر محارب۔

۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ کے عہد خلافت میں ابن عجل المستورد بن قبیصہ اسلام قبول کرنے کے بعد عیسائی ہو گیا۔ پھر اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تکرار کلام کے باوجود اس نے توبہ نہ کی جسے بعد میں قتل کر دیا گیا۔ (۲۷)

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

۸۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم وہاں فیصلے کیسے کرو گے تو آپ نے عرض کی سب سے پہلے قرآنِ مجید کو دیکھوں گا اگر قرآنِ مجید میں اس مسئلہ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کی سنت کو دیکھوں گا۔ اگر اس میں بھی وہ مسئلہ نہ پاؤں تو پھر قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کو اس امر کی توفیق بخشی جس سے اس کا رسول خوش ہے۔ (۲۸)

یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس تقرری کے بعد جب یمن پہنچے تو ابھی آپ اپنی سواری سے نہیں اترے تھے تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کو بتایا کہ ایک یہودی اسلام قبول کرنے ے بعد اسلام سے منحرف ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: میں اس وقت تک اپنی سواری سے نہیں اتروں گا جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے۔ پھر اسے قتل کر دیا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ کی آمد سے دو ماہ قبل اس یہودی کو اس جرم میں پکڑا تھا۔ لیکن آپ کے فیصلے سے اسے قتل کر دیا گیا۔ گویا یمن پہنچنے پر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا یہ پہلا فیصلہ تھا جسے کسی صورت میں بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔ (۲۹)

خلفاء راشدین اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ان فیصلوں پر کبھی کسی صحابی نے یہ نہیں کیا کہ انہوں نے غلط سزا دی یا مرتد کی یہ سزا اسلام کے خلاف ہے۔ ان فیصلوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی خاموشی مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماع ثابت کرتی ہے۔ اس بناء پر ابن قدامہ مقدسی نے المغنی، ج ۸، ص ۱۲۶ پر لکھا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور فقہاء امت کا اجماع ہے۔

مرتد، زندیق اور سباب میں فرق:

مرتد: اسلام میں مرتد سے مراد وہ شخص ہے جو صراحتاً اور ارادۃً قولاً، عملاً یا اعتقاداً کفر اختیار کرے۔

زندیق: امام شوکانی فرماتے ہیں کہ زندیق کا لفظ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی اصل ہے زندہ کرو (زندہ الحیاۃ وکرد العمل) امام نووی فرماتے ہیں کہ زندیق اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆

دین واضح ہو یعنی منافق ہی کا دوسرا نام زندیق ہے۔ علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ زندیق سے مراد وہ شخص ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہونے کے علاوہ شعائر اسلامی کا استہزاء اور ان کی خلاف ورزی کرتا ہو۔(۳۰)

سباب: سباب کا لفظ سب سے ہے جس کا معنی ہے گالی دینے والا۔ اصطلاح میں سباب سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام اور فرشتوں کو گالی دے اگر ایسا شخص مسلمان ہے تو بالاتفاق قتل کر دیا جائے گا۔

اقسام ارتداد:

فقہاء کرام نے ارتداد کی مندرجہ ذیل تین قسمیں بیان کی ہیں:

(۱) عملاً ارتداد (۲) قولاً ارتداد (۳) اعتقادی ارتداد۔

عملاً ارتداد:

عملاً ارتداد سے مراد کسی مسلمان کا ان اعمال و افعال کا ارتکاب کرنا ہے جنہیں شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہو یا ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ حلال ہیں یا ان افعال کے ارتکاب سے مقصود دینی احکام کا مذاق اڑانا یا اپنے دل میں موجود دین سے عناد کا اعلانیہ اظہار کرنا ہو جیسے غیراللہ کو سجدہ کرنا خواہ وہ بت ہوں یا انسان یا قرآن و حدیث کی توہین کرنا یا محرمات الٰہی کا سرعام ارتکاب کرنا یا ارادۃً خنزیر کا گوشت کھانا۔ اسے حلال قرار دینا یا ارکان اسلام کا انکار کرنا وغیرہ۔

اگر کوئی مسلمان لاعلمی میں کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو تو اس کی فوراً تکفیر نہیں کی جائے گی البتہ اس سے استفسار کیا جائے گا یا اسے آئندہ نہ کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر پھر بھی وہ کسی ایسے فعل کو کرے تو اسے مرتد قرار دے دیا جائے گا۔

قولاً ارتداد:

قولاً ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی عاقل بالغ مسلمان کلمہ کفر کہنے کے بعد وہ اس پر اصرار کرے جیسے ربوبیت الٰہی کا قولاً انکار کرنا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرنا، جھوٹے مدعیان نبوت جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا نبی تسلیم کرنا یا ان انبیاء میں سے کسی

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ایک نبی کی نبوت کا انکار کرنا جس کا ذکر قرآن مجید میں بطور نبی کے ہوا ہے۔قرآنِ مجید کا کلام الٰہی ہونے سے انکار کرنا، وجود ملائکہ یا ان ملائکہ کا انکار کرنا جن کا ذکر قرآنِ مجید میں ہوا ہے۔قرآنِ مجید میں تحریف کا قائل ہونا، اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مذاق اڑانا یا کسی شخص کا ان صفات الٰہی کو جو خاصہ خدا نہیں ہیں جیسے علم، حکمت اور بصارت وغیرہ اس طرح تسلیم کرنا کہ وہ اس شخص کی ذاتی صفات ہیں یا اتنی صفات ہیں جتنی اللہ تعالیٰ کی ہیں یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ارادۃً وصراحتاً گستاخی کرنا وغیرہ۔ یہ تمام باتیں ایک مسلمان کو قولی ارتداد تک پہنچا دیتی یں۔ اگر کوئی مسلمان ان کلمات میں سے کوئی کلمہ یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ کہے تو اس کی مکمل تحقیق کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان کلمات کے کہنے میں قائل کا ارادہ نہ ہو ورنہ ان الفاظ سے برأت کا اظہار کردے۔

اس ضمن میں فقہاء کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کسی قول یا مسئلہ میں متعدد ایسے مفہوم ہوں جن سے کفر یا ارتداد لازم آتا ہو لیکن ان میں ایک مفہوم ایسا بھی ہو جو تکفیر یا ارتداد کے خلاف ہو تو اس کے قائل کو کافر یا مرتد نہیں کہنا چاہئے بلکہ مسلمان کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہئے۔(۳۱)

اگر کسی مسلم نے اسلام کا مذاق اڑانے کے لئے عمداً کلمہ کفر کہا تو وہ ارتداد قولی کا مرتکب کہلائے گا۔

امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا ارتداد کا رکن ہے(۳۲) قولی ارتداد کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے:

"وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ط قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ o لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ"(۳۳)

(اے پیارے نبی) اگر ان (منافقین) سے پوچھیں کہ تم کیا باتیں کررہے تھے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کررہے تھے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری ہنسی، دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی۔ اب عذر پیش نہ کرو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔

☆ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ والدہ والناس اجمعین ☆

اعتقادی ارتداد:

اعتقادی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان ان عقائد کو دل وزبان سے تسلیم کرتا ہو جو اسلام کے بنیادی عقائد کے منافی ہو جیسے قرآنِ مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے خواہ یہ انکار ایک لفظ کا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ان اقوال وافعال میں سے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے کسی کو دل سے تسلیم کرنا اعتقادی ارتداد کہلائے گا۔ اعتقادی ارتداد کے لئے ضروری ہے کہ معتقد ان اعتقادات کا قولاً یا عملاً اظہار بھی کرے کیونکہ صرف اعتقاد رکھنے سے کسی شخص کا شرعی محاسبہ نہیں کیا جا سکتا۔ (۳۴)

ارتداد کی ان اقسام سے متعلق ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کا صرف وہی قول، عمل اور اعتقاد ارتداد تک پہنچائے گا جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے متعلق ہو۔ کیونکہ اصول فقہ میں مکلف افراد کے افعال کے مدارج ادلہ سمعیہ سے طے ہوتے ہیں۔ ادلہ سمعیہ سے مراد وہ دلائل ہیں جن سے افعال شرعیہ کے شرعی مدارج کا تعین ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قطعی الثبوت وقطعی الدلالت۔

Definitly reliable and definitly Valid

۲۔ قطعی الثبوت وظنی الدلالت۔

Definitly reliable and Probably Valid

۳۔ ظنی الثبوت وقطعی الدلالت۔

Probably reliabe and definitly Valid

۴۔ ظنی الثبوت وظنی الدلالت۔

Probably reliable and Probabuy Valid

قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جو قرآنِ پاک اور احادیث متواترہ سے ثابت ہو اور اس کے مفہوم میں کسی قسم کی تاویل کا احتمال نہ ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ" (۳۵) (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو)

اس کے علاوہ وہ احادیث جن سے رکعات نماز اور زکوٰۃ کے نصاب کا ذکر ہے وہ بھی قطعی

الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں۔

قطعی الثبوت وظنی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہو لیکن مفہوم کے لحاظ سے ظنی ہو یعنی اس میں تاویل کی گنجائش ہو جیسے سورۃ نساء میں ہے:

"یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ" (۳۶)

(اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میراث میں) مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے)۔

یہ حکم دلیل کے اعتبار سے تو قطعی ہے لیکن مفہوم قطعی نہیں بلکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ ہر اولاد کو وراثت نہیں ملتی جیسے جو بچہ باپ کا قاتل ہو یا مرتد ہو جائے وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

ظنی الثبوت وقطعی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جس کا ثبوت حدیث متواترہ کے علاوہ کسی بھی درجہ کی حدیث سے ثابت ہو جیسے مشہور، غریب اور خبر واحد وغیرہ لیکن مفہوم کے لحاظ سے قطعی ہو یعنی مفہوم میں کسی تاویل وتعبیر کی گنجائش نہ ہو جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" (۳۷)

(رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے)۔

اس حدیث کے مفہوم میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں لیکن ثبوت اس کا خبر واحد سے ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے:

"من غش فلیس منا" (۳۸)

(جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اس حدیث میں ملاوت کا گناہ ہونا ظنی دلیل سے ثابت ہے لیکن مفہوم قطعی ہے۔ ظن الثبوت وظنی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جس کا ثبوت بھی خبر واحد سے ہو اور مفہوم میں بھی تعبیر و تاویل کی گنجائش ہو جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا دین لمن لا عھدلہ" (۳۹)

(اس مسلمان کا دین نہیں جو وعدہ پورا نہ کرے)۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو مسلمان عہد پورا نہ کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا بلکہ

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس شخص کا دین کامل نہیں ہوگا جو وعدہ کی پاسداری نہ کرے۔ (۴۰)

ان ادلہ کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ ان تمام اقسام کا حکم ایک جیسا نہیں، کفر و ارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوں۔ (۴۱)

ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ محکم آیات قرآنیہ (جن کے مفہوم میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو) سے ثابت ہونے والے احکامات کا انکار کفر ہوتا ہے جیسے اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ، اور حرمت زنا وغیرہ۔ اس طرح کسی شرعی عذر کے بغیر قتل انسان کو جائز و حلال جاننا بھی کفر ہے لیکن اگر قتل انسانی کے جواز کی بنیاد کوئی قرآنی تاویل ہو تو بھی اس نظریہ کے حامل افراد کو کافر نہیں کہیں گے جیسے خوارج کے متعلق فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہیں حالانکہ انہوں نے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خون کو اس لئے حلال سمجھا کہ انہوں نے قرآنِ مجید کے اس حکم کی نافرمانی کی ہے۔

"اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ" (۴۲)

(حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے)۔

لیکن انہوں نے اپنے معاملات کے فیصلے کے لئے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کرلیا۔

اسی نظریہ کے پیش نظر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی سازش کی جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں وہ کامیاب ہوئے۔ خوارج کی تاویل اگرچہ فاسد تھی لیکن وہ لوگ اس نظریہ پر تاحیات قائم رہے۔

اسی طرح حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوجندل رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جماعت نے شراب کو حلال سمجھ کر پی لیا اور اس آیت کو دلیل بنایا۔

"لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا" (۴۳)

(یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے نیک عمل کئے وہ جو کچھ بھی کھائیں انہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان تمام لوگوں

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہوجاتا

پر حد خمر جاری کی لیکن انہیں کافر قرار نہیں دیا۔(۴۴)

اس ضمن میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے یہ لکھا ہے:

''قرآنِ مجید کی کسی تفسیر و تاویل کا انکار کرنا یا اس تفسیر و تاویل کا انکار کرنا کفر نہ ہوگا بشرطیکہ وہ تفسیر و تاویل ضروریات دین میں سے نہ ہو کیونکہ تفسیر و تاویل ایک اجتہادی اور بشری فعل ہے جس میں غلطی کا امکان ہے البتہ قرآنِ مجید کی نص صریح سے جس شے کی حلت یا حرمت ثابت ہو رہی ہو اس کے متعلق خلاف مدلل نص کا قائل ہونا بھی کفر و ارتداد ہے جیسے نماز کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ ان احکام میں سے کسی حکم کا وحدیث متواتر سے اجماعاً ثابت نہ ہو بلکہ اس پر صرف اجماع ہو تو اس کا انکار کرنے والا بھی کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا انکار حدیث متواتر کا انکار نہیں ہوگا بلکہ ایک جزوی مجمع علیہ (جس پر اجماع ہوا ہو) کا انکار ہوگا اور محض ایک مجمع علیہ کے مسئلہ کا انکار کفر نہیں ہے۔(۴۵)

اقسام ارتداد:

قولی، فعلی اور اعتقادی اقسام ارتداد کے علاوہ بھی فقہائے کرام نے ارتداد کی چند اقسام کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

i۔ ارتداد حقیقی: اس سے مراد وہ ارتداد ہے جس میں کوئی مسلم مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی ایک قسم ارتداد کا مرتکب ہو، اس کی سزا قتل ہے۔

ii۔ ارتداد حکمی: کوئی بچہ مسلمان پیدا ہو لیکن وہ اپنے والدین کے مرتد ہونے کے باعث وہ بھی مرتد ہو جائے جیسے مرتد والدین حالت اسلام میں پیدا ہونے والے بچے کو ساتھ لے کر دشمن (کافر) ملک چلے جائیں۔ وہ بچہ ان کی تبعیت میں پہلے تو مسلمان تھا لیکن بحالت کفر بالغ ہوا۔ یہ حکمی ارتداد کہلاتا ہے۔ ایسے مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔(۴۶)

iii۔ جزوی ارتداد: جزوی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی ایک یا چند عقائد کا انکار کرے بشرطیکہ تاویلی انکار نہ ہو۔

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

iv۔کلی ارتداد: کلی ارتداد سے مراد تمام دین اسلام کا انکار کرنا ہے۔ جزوی اور کلی ارتداد کا حکم ایک جیسا ہوتا ہے۔

v۔ارتداد محض: ارتداد محض سے مراد وہ ارتداد جس میں مرتد ارتداد کے بعد پرامن زندگی بسر کرے، اسلامی ریاست میں کسی فساد کا باعث نہ ہو۔ ایسا ارتداد کرنے والے کو مرتد محض کہتے ہیں۔

vi۔محاربانہ ارتداد: وہ ارتداد جس میں مرتد ارتداد کے بعد اسلامی حکومت سے بغاوت اور غداری کا مرتکب ہو۔ ایسے ارتداد کے مرتکب کے مرتد محارب کہتے ہیں۔

vii۔تشریعی ارتداد: اس سے مراد وہ ارتداد ہے جس میں کسی شخص کو یا جماعت کو ان چند نظریات پر کافر اور مرتد قرار دیا جائے جنہیں علماء کی اکثریت یا ایک جماعت حق پر مبنی نہ سمجھے لیکن وہ شخص یا جماعت ان نظریات کا اثبات قرآنی آیات اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتی ہو۔ ان چند نظریات کے علاوہ اس کے باقی تمام عقائد و اعمال درست سمجھے جاتے ہوں۔ اس کا حکم حقیقی ارتداد جیسا نہیں ہوتا۔

viii۔ارتداد صغریٰ: ترک فرائض اور ارتکاب حرام پر اصرار کرنے کو ارتداد صغریٰ کہا جاتا ہے۔

ix۔ارتداد کبریٰ: فرائض اور محرمات کو عقیدۃً تسلیم نہ کرنا ارتداد کبریٰ کہلاتا ہے۔

شرائط ارتداد

شرعی ارتداد کی تکمیل کے لئے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) عقل (۲) بلوغ (۳) اختیار (۴) اسلام۔

عقل: مرتد شخص کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو۔ پاگل اور غیر عاقل بچے کے ارتداد کی عدم صحت پر تمام آئمہ فقہاء اجماع ہے۔ اس لئے کہ عقل اسلامی اعتقادات و احکام میں بنیادی اہلیت ہے۔ سنن نسائی اور مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیر حتی

فضل العالم علی العابد کفضلِ القمرِ علی سائرِ الکواکب (سنن ابوداود و ترمذی)

یکبرو عن المجنون حتی یعقل او یفیق" (۴۷)

(تین قسم کے لوگ شرعاً قابل مواخذہ/ مکلف نہیں۔ ناسمجھ یہاں تک کہ بالغ نہ ہو جائے، سونے والا شخص جب تک بیدار نہ ہو جائے اور پاگل جب تک وہ صحیح الدماغ نہ ہو جائے)۔

مجنون اگر حالت جنون میں کفریہ فعل کا مرتکب ہو تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اس کے قاتل پر قصاص لازم ہوگا کیونکہ مجنون کا حالت جنون میں کوئی قول و فعل قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اگر حالت افاقہ میں کفریہ حرکت کی تو اس کا ارتداد درست تسلیم ہوگا۔ اگر کفریہ قول یا فعل کے فوراً بعد جنون طاری ہو گیا تو بھی حالت افاقہ تک انتظار کرنا ہوگا تاکہ افاقہ میں تحقیق کرنے کے بعد حکم نافذ کیا جا سکے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

امام شافعی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایک شہادت اور اس اقرار سے جس سے سزا اثبات ہوتا ہو، کی بناء پر حالت جنون میں بھی سزا کی تنفیذ ہو سکتی ہے۔ لہٰذا حالت افاقہ میں کفریہ اقدام کرنے کے بعد مجنون ہو گیا تو حالت جنون میں اس پر سزا کا نفاذ ہوگا جبکہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک افاقہ پانے تک سزا موقوف ہوگی۔ افاقہ سے ناامیدی کی صورت میں سزا ساقط ہو جائے گی۔ (۴۸)

امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو کبھی مجنون ہو اور کبھی عاقل تو اس شخص کا حالت جنون میں ارتداد درست نہیں ہوگا البتہ حالت افاقہ کا ارتداد مؤثر ہوگا۔ مجنون کی طرح نشے میں مدہوش شخص کا بھی ارتداد قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ سکر یا مدہوشی سے مراد انسان کی وہ کیفیت ہے جس میں اس کی عقل درست نہ ہو اور ہذیان بکنا شروع کر دے۔

احناف کے نزدیک سکر میں ارتداد استحساناً درست نہیں ہوتا کیونکہ اعتقاد کا تعین ارادے کے ساتھ ہوتا ہے اور اس کیفیت میں ارادہ شامل نہیں ہوتا۔ امام شافعی اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نشہ کی حالت میں بھی ردت درست ہوگی جیسے طلاق اور دیگر تصرفات درست ہوتے ہیں البتہ مرتد کو اس کیفیت میں قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ صحت عقل کے بعد ردت کا اقرار نہ کرے۔

جنون اور سکر کے علاوہ بے ہوشی کے عالم میں زبان پر کفریہ کلمات لانے والا شخص مرتد نہیں کہلائے گا خواہ یہ بے ہوشی کسی دوا کھانے کی وجہ سے ہو یا نیند کی جہ سے۔ امام مالک، امام شافعی

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

اورامام احمد رحمہم اللہ کی مرجوح رائے بھی یہی ہے۔(۴۹)

بلوغ: ارتداد کے شرعاً مؤثر ہونے کے لئے دوسری شرط بلوغت سے پہلی عمر کے بچوں کوفقہاء نے دوقسموں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔صبی یعنی ناسمجھ بچہ۔ ۲۔سمجھدار بچہ۔

۱۔ صبی سے مراد وہ بچہ ہے جس کی عمر ۱۰؍سال سے کم ہو نیز وہ توحید ورسالت کے مفہوم کو نہ سمجھتا ہو۔

۲۔ سمجھدار بچے سے مراد وہ بچہ ہے جس کی عمر دس سال یا اس سے زائد ہو۔ نیز توحید اور رسالت کے مفہوم کو سمجھتا ہو۔ دس سال عمر کی شرط اس لئے عائد کی گئی کہ ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کودس سال کی عمر کے بچے کوسختی سے نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

طرفین (امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک ارتداد کے لئے بلوغت شرط نہیں ہے جیسے سمجھدار بچے کا اسلام معتبر قرار پاتا ہے۔ایسے ہی اس کا ارتداد بھی مؤثر ہوگا جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک نابالغ بچے کا شرعاً مکلف نہ ہونے پر ارتداد درست نہیں اگرچہ وہ صبی ہو یا سمجھدار۔اس لئے بچے کے نقصان دہ تصرفات اس کے حق میں کالعدم متصور ہوتے ہیں۔جیسے بچے کا اپنی بیوی کو طلاق دینا یا کسی کوکوئی چیز ہبہ کرنا جبکہ فائدہ مند تصرفات مؤثر ہوتے ہیں۔ارتداد نقصان دہ عمل ہے اور ایمان فائدہ مند عمل۔لہٰذا ایمان مؤثر اور ارتداد غیر مؤثر ہوگا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مرتد نابالغ بچے کو قید میں رکھا جائے گا یا جبری طور پر اسلام میں رہنے کو کہا جائے گا البتہ بلوغت کے بعد اگر وہ ردت پر قائم رہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

امام احمد رحمہ اللہ کی ایک رائے طرفین کے مطابق اور دوسری رائے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے مطابق منقول ہے۔(۵۰)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بلوغت سے قبل بچے کا اسلام اور ارتداد دونوں غیر مؤثر ہوتے ہیں ان کی دلیل ''رفع القلم'' والی حدیث ہے جو پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ان کے نزدیک مسلمانوں کے بچے تبعی مسلمان متصور ہوتے ہیں، حقیقی مسلمان نہیں۔بعض شوافع کے ہاں بچوں کا اسلام قابل قبول ہوتا ہے۔ارتداد نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بچہ اسلام کی

فطرت پر پیدا ہوتا ہے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قال لا اله الا الله اوجب الله عزوجل له الجنة" (۵۱)

(جس کسی نے توحید (ورسالت) کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جنت لازم کردی)۔

من حرف عام ہے جو ہر عمر کے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔(۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں ہی یہ فرمایا تھا:

"اِنِّیْ عَبْدُاللہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا" (۵۳)

(بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے نبی بنایا)۔

بہرحال ائمہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف ارتداد کے محض مؤثر ہونے کے وقت پر ہے لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ مرتد بچے کو ارتداد کی سزا میں بلوغت کے بعد ہی قتل کیا جائے گا۔

لہٰذا ارتداد کے باقاعدہ ہونے کے لئے مرتد کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء میں بالغ سے مراد وہ شخص لیا گیا ہے جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہو یا بلوغت کو پہنچ چکا ہو۔ یعنی اگر لڑکا ہے تو مردانہ علامت اگر لڑکی ہے تو نسوانی علامات ظاہر ہو چکی ہوں۔

اختیار: اسلام میں ارتداد مؤثر ہونے کے لئے تیسری شرط اختیار ہے۔ اختیار سے مراد یہ ہیکہ مجرم نے ارتداد اپنی رضا و رغبت سے کیا ہو کیونکہ اگر مسلمان نے مجبوراً ارتداد کیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو وہ استحساناً درست نہیں ہوگا۔ اس بات پر تمام مسالک متفق ہیں۔ اس کی دلیل قرآنِ مجید کی یہ آیت ہے:

"مَنْ کَفَرَ بِاللہِ مِنْ بَعْدِ اِیْمَانِہٖٓ اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَلٰکِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْکُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللہِ ط وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ o" (۵۴)

(جس شخص نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا مگر وہ شخص جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اس کے لئے کوئی سزا نہیں) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر قبول کر لیا ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

غضب ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے)۔

اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشاد گرامی ہے:

"ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکر ھو علیہ" (۵۵)

(میری امت کے لوگوں سے وہ امور معاف کر دیئے گئے جو بھول چوک سے سرزد ہوئے ہوں یا جس پر کسی کو مجبور کر دیا گیا ہو)۔

بہرحال جرم ارتداد کے لئے ضروری ہے کہ مجرم عمداً کلمہ کفر کہے یا عملاً کفر کا ارتکاب کرے۔ اگر کسی شخص نے نادانی میں کلمہ کفر کہہ دیا یا لاعلمی میں عمل کفر کا ارتکاب کیا تو وہ شرعاً مرتد نہیں ہوگا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے کہے ہوئے کلمہ کفر کو نقل کرے اور خود اس کا معتقد نہ ہو (اکثر اہل علم ایسا کلمہ کفر نقل کرنے سے قبل یہ الفاظ بولتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) تو وہ بھی مرتد نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے شدت غم یا کثرت فرحت میں بے ساختہ کوئی کلمہ کفر نکل گیا تو بھی وہ مرتد نہیں ٹھہرے گا۔ کلمہ کفر کہنے میں اختیار کے علاوہ ارادہ اور بدنیتی ہونا بھی ضروری ہے۔ (۵۶)

کتب فقہ میں جبر کے لئے اکراہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ امام کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس اکراہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اکراہ تام ۲۔ اکراہ ناقص۔

اکراہ تام سے مراد وہ جبر ہے جس میں ایک انسان دوسرے کو قتل یا جسم کے کسی حصے کو قطع کرنے کی دھمکی دے۔ جب کہ اکراہ ناقص سے مراد وہ اکراہ ہے جس میں ضرب خفیف یا شدید مالی نقصان کی دھمکی دی گئی ہو۔

وہ ارتداد غیر مؤثر ہوگا جس میں اکراہ تام ہو۔ اکراہ ناقص ہو تو کلمہ کفر کا قائل حکماً مرتد قرار پائے گا اگر وہ کہے کہ اکراہ ناقص پر بھی میرا دل ایمان پر مطمئن تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ (۵۷)

نفاذ حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء میں اکراہ سے مراد کسی شخص کو اسے ضرر کے خطرے اس کی یا کسی اور شخص کی جائیداد یا عزت کو نقصان پہنچانے کا خطرہ لیا گیا ہے۔

☆☆☆ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید) ☆☆☆

اسلام:

کسی شخص کو مرتد قرار دینے کے لئے چوتھی شرط یہ ہے کہ ارتداد سے قبل وہ شخص مسلمان ہو۔ فقہاء کے نزدیک مسلمان تین طرح کے ہوتے ہیں۔

i۔ ظاہری مسلمان: ظاہری مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے قول سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے یعنی خود کو مسلمان کہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور مسلمانوں کو السلام علیکم کہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِناً" (۵۸)

(اے ایمان والو!) تم اس شخص کو غیر مسلم نہ کہو جو تمہیں سلام کہے)۔

اس ضمن میں مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ چند صحابہ نے ایک آدمی کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا (صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو اس کے ایمان پر شک تھا) تو اس نے عرض کی:

"یامحمد انی مسلم" یعنی اے محمد ﷺ بے شک میں مسلمان ہوں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا تو اس کا مالک ہے اگر تو درست ہے تو تم ہر طرح کی فلاح پاؤ گے۔(۵۹)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے ہمارے جنازے میں شرکت کی اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔(۶۰)

فقہاء نے مسلمان قرار دیئے جانے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی شرط اس لئے لازم رکھی کہ باقی عبادات (صدقات، روزہ، حج اور نماز) کفار اور اہل کتاب بھی بجالاتے تھے لیکن وہ مسلمان کے ساتھ نماز نہیں ادا کرتے تھے۔

ii۔ حکمی یا تبعی مسلمان: وہ شخص جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہو اسی لحاظ سے اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا اگرچہ اس کی زبان سے ظاہراً کسی نے کلمہ توحید کا اقرار نہ سنا ہو اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ مسلمانوں کے بچے بلوغت سے

قبل تبعی مسلمان ہوتے ہیں۔ اگر بلوغت کے بعد کسی بچے کی مذکورہ کیفیت ہوتو وہ حکمی مسلمان کہلائے گا۔(۶۱)

iii۔ حقیقی مسلمان: حقیقی مسلمان وہ ہوتا ہے جو قرآنِ مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اسلام کے تمام بنیادی ارکان پر اعتقاد رکھتا ہو۔ واضح حلال کو حلال اور واضح محرمات کو حرام جانتا ہو اور ان پر عمل بھی کرتا ہو۔ ان تین کیفیتوں کے پیش نظر قرونِ اولیٰ سے لیکر آج تک مسلمان کی جو بنیادی تعریف کی گئی ہے اس کے متعلق جسٹس امیر علی نے لکھا ہے:

تمام اسلامی کتب اس پر متفق ہیں کہ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا نبی مانتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو وہ مسلمان کہلائے گا۔(۶۲)

اس تعریف کی بنیاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث ہیں:

i۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ ایسا کریں تب انہوں نے اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے بچالیا۔ اسلام کے حق کے سوا۔ (یعنی جن افعال کے کرنے کی سزا شریعت اسلامیہ میں قتل ہے ان کے ارتکاب پر انہیں قتل کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔(۶۳)

ii۔ ایک بار ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا۔ دوران سفر اس نے دو اشخاص کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! لیکن ان کی شہادت معتبر نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ نماز پڑھتے ہیں تو اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ! لیکن ان کی نماز کی کوئی حیثیت نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اولئک الذین نهانی عن قتلهم" (۶۴)

(مجھے ان کے قتل سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یعنی ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے)۔

iii۔ ایک شخص نے ایک جنگ میں دو آدمیوں کو قتل کر دیا جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے یہ کہا "انا مسلمان او قال اسلمنا" ہم مسلم ہیں یا کہا ہم اسلام لے آئے ہیں۔ پھر وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے اس جرم پر مغفرت طلب کیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تو صرف اسلام پر جنگ کرتے ہیں۔ لہٰذا میں تیری بخشش کے لئے دعا نہیں مانگوں گا۔ جب وہ شخص مر گیا تو اس کے خاندان والوں نے اسے دفن کیا۔ دوسرے دن دیکھا تو اس کی نعش قبر سے باہر پڑی تھی۔ اس کے عزیز و اقارب نے اسے پھر دفن کیا اور قبر پر نگران بٹھا دیا لیکن پھر بھی قبر نے انسے باہر پھینک دیا۔ اسی طرح تیسری رات بھی ہوا۔ پھر اسے زمین پر ہی پڑا رہنے دیا۔ (۶۵)

آئین پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۶۰ (۳۔الف) میں ایک ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء کے بعد مسلم کی یہ تعریف کی گئی:

> مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق تبارک وتعالیٰ اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے۔

یہ وہ چار شرائط ہیں جن کا اس شخص میں پایا جانا ضروری ہے۔ جس نے ارتداد کیا ہو اور پھر عدالت اسے حکماً مرتد قرار دے۔

احکام ارتداد

کوئی مسلم کفر اختیار کرنے کے بعد جب عدالت کی طرف سے مرتد قرار دے دیا جائے تو اس ارتداد کے پیش نظر اس کی ذات، مال، اولاد اور معاشرتی زندگی پر مختلف احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ذات سے متعلق احکام کو بیان کیا جاتا ہے۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

مرتد کی ذات سے متعلق احکام

فقہاء کرام نے مرتد کی ذات سے متعلق ان دو احکام کا ذکر کیا ہے:

(۱) اباحۃ الدم (۲) توبہ۔

اباحۃ الدم:

اباحۃ الدم سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ شرائط کے مطابق جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور فقہاء عظام رحمہم اللہ کے نزدیک اجماعاً اس کا خون مباح ہو جاتا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ اس کی بنیاد وہ آیات اور احادیث ہیں جو اس سے قبل بیان کی گئی ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ارتداد کی سزا قتل مقرر کرنے کا مقصد دین کی ہتک کا دروازہ بند کرنا، اسلام کا اجتماعی نظام قائم رکھنا اور مرتد کے شر سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ہے۔(۶۶)

اثبات ارتداد:

احناف کے ہاں ارتداد کا اثبات عدالت کے روبرو اقرار اور شہادت دونوں طریقوں سے ہوتا ہے لیکن شہادت کے لئے ضروری ہے کہ دو عادل مرد گواہی دیں۔ شوافع کے ہاں اس ضمن میں عدالت کے سامنے ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے اور ایک دوسری روایت میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ شہادت کے بعد حاکم کے لئے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ شخص کو عدالت میں طلب کر کے گواہوں سے دوبارہ شہادت لے۔ اگر گواہوں نے فقط یہ کہا ہو کہ یہ شخص مرتد ہو گیا ہے یا اس نے کفر اختیار کر لیا ہے تو گواہوں کو اس بیان کی وضاحت کرنا ضروری ہوگا۔ اس وضاحت کے بعد اگر مدعا علیہ نے اس کا انکار کیا تو شہادت کی بناء پر ارتداد کا حکم جاری کر دیا جائے گا اور اس کا انکار قابل قبول نہیں ہوگا۔ البتہ اگر اس کے انکار کی بنیاد کسی ایسے قرینے پر ہو جسے انکار کی صداقت پر دلیل قرار دیا جا سکتا ہو تو پھر وضاحت کے بعد حلفیہ انکاری قول معتبر ہوگا۔ جیسے کوئی شخص کسی مسلمان سے کہے کہ نماز کا انکار کر دو اس لئے کہ قرآنِ مجید کی سورۃ نساء کی آیت نمبر ۴۳ میں ہے کہ اے ایمان والو! نماز کے

قریب نہ جاؤ۔ عدالت میں جب ایسے شخص پر یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ حکم صرف نشے کی کیفیت کے ساتھ خاص ہے۔ اس وضاحت کے بعد وہ شخص نماز کی فرضیت کو تسلیم کر لے تو اس کا فرضیت نماز سے متعلق گزشتہ انکاری قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا اور ارتداد کا حکم عدالت واپس لے لے گی۔ (۶۷)

توبہ:

توبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر مرتد کا ارتداد اقرار یا شہادت سے ثابت ہو جائے تو احناف کے نزدیک مستحب اور دیگر ائمہ کے نزدیک واجب ہے کہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے لیکن اس دوران اسے ہر قسم کی سزا دینے سے احتراز کیا جائے، اس کی ضروریات پوری کی جائیں۔ ساتھ ہی اسے توبہ کی دعوت دی جائے یا اس وجہ کفر کو دلائل سے دور کیا جائے جو کسی بھی علمی غلطی کی بناء پر پیدا ہوئی ہو اور اسے اس نے درست تسلیم کر لیا ہو۔ اس میں یہ حکمت مضمر ہے کہ اسلام کی آخری وقت تک یہ کوشش ہے کہ ایک مسلمان جو اسلام کی وجہ سے ابدی جہنم کی سزا سے بچ گیا ہے وہ مستقل طور پر اس آگ سے محفوظ رہے اور اس ارتداد سے بیزاری کا اعلان کر کے اسلام کی طرف تائب ہو جائے۔

مرتد کو توبہ کی دعوت دینے میں تمام ائمہ متفق ہیں۔ البتہ مدت کے تعین میں درج ذیل اختلافی نظریات ہیں:

ا۔ احناف کے ہاں ارتداد کا ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد توبہ کی پیشکش کر کے غور کی مہلت دینی چاہئے جس کی مدت تین یوم ہے۔ اس ضمن میں احناف اپنی دلیل حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اس عمل کو بناتے ہیں جسے امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الاوطار میں اس طرح نقل کیا ہے:

> ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسلمانوں کے لشکر میں سے ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ ایک آدمی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا اور ہم نے اس کی گردن اڑا دی، آپ نے فرمایا تم نے اسے تین دن کی مہلت کیوں نہ دی؟ ہر روز اسے کھانا دیتے اور اسے توبہ کرنے کو کہتے ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا۔ اس کے بعد آپ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ مجھے معاف کر

میں ان میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اسے قتل کرنیکا حکم دیا۔(٦٨)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے متعلق روایت یہ ہے کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ مسجد کے باہر ایک قوم ہے جو آپ کو اپنا رب گمان کرتی ہے۔ آپ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تم کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا:

"انت ربنا، خالقنا و رازقنا"

یعنی آپ ہمارے رب ہیں، خالق ہیں اور رازق ہیں۔

یہ سن کر آپ نے جواباً فرمایا: بے شک میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ کھانا کھاتا ہوں جیسے تم کھاتے ہو، پانی پیتا ہوں جیسے تم پیتے ہو۔ میں اللہ کی اطاعت کر کے اس سے ثواب کی امید رکھتا ہوں اگر نافرمانی کروں تو اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں تم اللہ سے ڈرو اور اپنے قول سے رجوع کرو لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جب صبح ہوئی تو آپ کا غلام قنبر آیا اور اس نے آپ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے کلام سے رجوع نہیں کیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قنبر سے کہا کہ دوسری بار ان سے یہ کہو کہ اگر تم نے رجوع نہ کیا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا لیکن پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپ نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا جس میں لکڑیوں سے آگ جلائی گئی اور پھر ان سے کہا اب بھی توبہ کرلو ورنہ میں تمہیں اس آگ میں پھینک دوں گا لیکن انہوں نے انکار کیا پھر انہیں آگ میں جلا دیا گیا۔(٦٩)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مرتد کو تین بار ترغیب دینے کی دلیل سورۃ نساء کی اس آیت کو قرار دیا۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْ کُفْرًا"(٧٠)

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے گئے۔)

٢۔ امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک بھی اثبات ارتداد کے بعد مجرم کو تین دن کی مہلت دینی چاہئے لیکن ان کی دلیل سورۃ ہود کی آیت نمبر ٦٥ ہے جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ناقۃ اللہ کی ٹانگیں کاٹنے کے بعد تین دن کی مہلت کا ذکر ہے اور اس کے بعد ان پر عذابِ الٰہی کا نزول ہوا۔

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت قابل مذمت ہے ☆

۳۔ بعض فقہاء دعوت توبہ تین بار دینے کے قائل ہیں۔ خواہ یہ دعوت ایک دن میں ہی دے دی جائے یا تین یوم میں دی جائے۔ (۷۱)

۴۔ ابن قدامہ رحمہ اللہ المغنی، ج ۸، ص ۱۲۵ میں فرماتے ہیں کہ تین دن کی مہلت اگر مستحب ہے تو اس مہلت میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ مرتدین کو توبہ کے لئے ایک ماہ کی مہلت دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جس میں مرتد کو فوری قتل کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح سے بھی مروی ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے یمن پہنچنے سے دو ماہ قبل حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس یہودی کو توبہ کی مہلت دی پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے سے قتل کا حکم دیا گیا۔ بہرحال یہ مہلت دینا حدیث سے ثابت نہیں۔

۵۔ قرونِ اولیٰ کے امام فقیہ عراق ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (م ۹۵ھ) کا اس بارے یہ نظریہ ہے کہ مرتد کو توبہ کی مہلت تاحیات دینی چاہئے اور اسے کبھی قتل نہیں کرنا چاہئے۔ (۷۲)

دعوت توبہ کے بعد اگر مرتد تائب ہوجائے تو اس سے اس طرح اسلام کی شہادت لینی چاہئے:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

اس شہادت کے بعد اس دین سے بیزاری کا اعلان کرے جو اس نے اسلام کو چھوڑ کر اختیار کیا تھا۔ اگر وہ تائب ہوکر پھر مرتد ہوجائے تو دوسری مرتبہ بھی وہی حکم ہے جو پہلی بار ارتداد کا ہے یعنی توبہ کے بعد دو شہادتیں دے کر کفر سے بیزاری کا اعلان کرے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت تیسری بار پیش آئے تو امام اسے کوڑوں کی سزا دے اور قید میں رکھے تاوقتیکہ وہ خشوع سے توبہ نہ کرے۔ (۷۳)

دعوت توبہ کی پیش کش کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ مرتد محاربت سے قبل پکڑا جائے اگر دوران محاربت پکڑا جائے تو اسے توبہ کی پیش کش کئے بغیر قتل کردیا جائے گا۔ اگر مرتد محاربت کے بعد پکڑا گیا لیکن تائب ہوگیا تو محاربت کی اسے سزا دی جائے گی۔ (۷۴)

دعوت توبہ کے باوجود اگر مرتد توبہ نہ کرے تو تین دن بعد اسے قتل کردیا جائے گا، ارتداد کے بعد جس دین کو اختیار کرے اس کے مطابق اس کی تدفین کی جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس قوم کی طرف رجوع کرے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

مرتد کو حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقررہ آدمی ہی قتل کر سکتا ہے۔ حاکم کی اجازت کے بغیر اگر کسی اور نے کسی وجہ سے اسے قتل کر دیا تو قاتل کو نہ تو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے قتل پر ضمان ہوگا۔ اس لئے کہ ارتداد سے اس کی جان کی عصمت زائل ہو چکی ہے۔ قاتل کو البتہ تعزیری سزا دی جائے گی۔ (۷۵)

اگر حاکم وقت مرتد ہو جائے تو اسے اس منصب سے معزول کر کے اس پر اقتدار سے ہمیشہ کے لئے معزول کر کے اس پر ارتداد کا حکم لگا دیا جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر تائب ہونے کے بعد شر پھیلانے کی کوشش کرے تو قید بامشقت کی سزا دی جائے یہاں تک کہ صالح ہو جائے اور عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرے۔ (۷۶)

اگر ارتداد کرنے والی کوئی خاتون ہو تو اس سے متعلقہ مسائل کا ذکر ایک الگ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔ (جاری ہے)

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین

☆

ڈنمارک کے اخبار میں شان رسالت میں گستاخی کا ارتکاب

مسلم امۃ کے لئے لمحہ فکریہ

☆

اعتراف جرم اور معافی کا معاملہ

امت مسلمہ کے اتحاد اور قوت پر ہے

مجلس ادارت : مجلہ فقہ اسلامی کراچی